ترقی کیلئے عقل کی بجائے کلامِ الٰہی کی اتباع لازم ہے

(فرمودہ ۲۷- مارچ ۱۹۱۴ء بمقام قادیان)

تشہّد ' تعوّذ اور سورہ فاتحہ کے بعد حضور نے درج ذیل آیات کی تلاوت کی:-

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ وَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ- الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا وَّ السَّمَآءَ بِنَآءً وَّ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا وَّ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ- وَ اِنْ كُنْتُمْ فِیْ رَیْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ- فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَ لَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِیْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَ الْحِجَارَةُ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِیْنَ [1]-

اور پھر فرمایا:-

پیچھے اللہ تعالیٰ نے بتلایا تھا کہ انسان کو جب کسی نہ کسی کی عبادت کرنی ضروری ہے- اور یہ کہ ہر ایک تعلیم کے ماننے والے بھی ہوتے ہیں اور اس کا انکار کرنے والے بھی' اور پھر بعض ان میں سے منافق بھی ہوتے ہیں تو فرمایا کہ انسان کو پاک تعلیم کی اتباع کرنا ضروری ہے تاکہ اس کا منکر بن کر تکلیف میں نہ پڑے- اب یہاں ایک سوال ہوتا ہے کہ ہم نے مان لیا اور ہم تسلیم کرتے ہیں کہ خداتعالیٰ کی عبادت کرنی لازمی امر ہے اور اس کی اطاعت ضروری ہے لیکن ہمیں اس بات کی کیا ضرورت ہے کہ کوئی آسمان سے ہی کلام آوے- کیوں! ہم اپنی عقلوں کے مطابق کام کرکے اور کچھ اصول بنا کے ان کے مطابق خدا تعالیٰ کی عبادت

نہ کریں، آسمان سے کسی تعلیم کے آنے کی کیا ضرورت ہے؟

اس اعتراض کا جواب یہاں دے دیا ہے۔ فرمایا:- خوب یاد رکھو کہ انسان کے اندر ایک ترقی کرنے کا مادہ ہے انسان ترقی تب ہی کرسکتا ہے اگر اس کے پاس اللہ تعالیٰ کے پاس سے کلام اور ہدایت آوے۔ ورنہ اگر خداتعالیٰ کی طرف سے کلام نہ آوے توانسان ترقی نہیں کرسکتا۔ مثال کیلئے دیکھو۔ زمین میں روئیدگیاں باہر نکالنے کا مادہ ہے لیکن اگر آسمان سے بارش نہ ہو تو زمین اپنے مادے باہر نہیں نکال سکتی اوراسے ظاہر نہیں کرسکتی، برسات سے ہی یہ چیزیں نکل سکتی ہیں۔ توخداتعالیٰ نے بتلادیا کہ آسمان سے کسی چیز کا آنا ضروری ہے۔ پانی کیسی عمدہ چیز ہے اورصاف ہے لیکن وہی پانی جب استعمال کیاجاوے تو کیسا گندہ ہوجاتاہے۔ اب اگراس مستعمل پانی کو استعمال میں لایا جاوے اور ہمیشہ وہی پانی ملے تو وہ ضرررساں ہوجاتاہے۔ لیکن ایسا نہیں ہوتا بلکہ اس پانی کی بجائے اللہ تعالیٰ صاف پانی بھیج دیتاہے اوراس پانی کو بادلوں کے ذریعہ صاف کرکے بھیج دیتاہے۔ اسی طرح شرائع الٰہیہ کامعاملہ ہے کہ وہ جب آتی ہیں تو پاک و صاف ہوتی ہیں۔ بعد میں جب لوگ اپنی رائیں ان میں ملادیتے ہیں اوراپنی عقلوں سے کام لیتے ہیں تووہ ان کو خراب کردیتے ہیں۔ فِیْ نَفْسِہٖ تووہ پاک و صاف ہوتی ہیں لیکن لوگ انہیں خراب کردیتے ہیں اور انہیں قابل استعمال نہیں چھوڑتے۔ تب پھراللہ تعالیٰ کی طرف سے مامور آتا ہے جو اس کو صاف کرکے لوگوں کے سامنے پیش کردیتاہے۔ قرآن کریم جیسی سچی اور پر معارف کتاب جس نے دنیا کو تاریکی سے پاک و صاف کرکے نورسے پر کردیا۔ لیکن دنیا نے اس میں اپنی عقلوں کا دخل دے کر اسے ناقابل عمل کردیا۔ اب دنیامیں ایک مامور آیا اس نے اس پاک تعلیم کو پھردوبارہ پاک وصاف کردیا اوراسے ایسا کردیا کہ اس پر آسانی سے عمل ہوسکے۔ مسلمانوں کی تفسیریں دیکھو کہ ان میں کئی ایسی باتیں بھری ہیں جو اسلام کے اصولِ حقّہ کے خلاف ہیں۔

تو اس پانی کو صاف کرنے کیلئے ایک آسمانی پانی کی ضرورت پڑی۔ وہ پانی آسمان سے آیا اوراس نے اس کوصاف کردیا اور اس نے تمام دنیا کو سمجھادیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایاہے کہ تم اپنے اندرون کو دیکھو تم کیسے صاف پانی کو گندہ کردیتے ہو۔ اسی طرح انسانی فطرت ہے کہ وہ کیسی صاف و پاک ہوتی ہے لیکن لوگ اسے اپنی عقلوں کااس میں دخل دے کر گندہ کردیتے ہیں۔ پچھلی تعلیمیں بھی اسی لئے ناقابل استعمال ہوئیں کہ لوگوں نے انہیں گندہ کردیا۔ یہ

ایک دلیل دی ہے کہ تم یہ نہ سمجھ لو کہ ہم اپنی عقلوں سے کام لے کر کچھ کرلیں گے- زمین پر اگر آسمان سے بارش نہ ہو تووہ اپنے پھل و پھول نہ نکالے گی- اسی طرح اللہ تعالیٰ کی طرف سے الہام کی بارش آوے تو جو اعلیٰ درجہ کی فطرت ہوگی وہ اپنے اندر اصلاح کرلے گی اور نیکی کی طرف ہوجائے گی- ان کا اعتراض رد کیا اور یہ بھی فرمایا کہ یہ اعتراض مشرکوں کا ہے مشرک ایسے اعتراض کیا کرتے ہیں اور یہ اعتقاد برہموؤں کا ہے- اس آیت میں بتلایا ہے کہ ایسا عقیدہ رکھنے والے جو ہیں وہ مشرک ہیں- قرآن کریم فرماتا ہے فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰہِ اَنْدَادًا جو لوگ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہمیں کسی آسمانی شریعت یا آسمانی کلام کی ضرورت نہیں- ہم خود بخود خدا تک پہنچ سکتے ہیں- وہ مشرک ہیں- وہ اللہ تعالیٰ کی ہدایت کو اَوروں کی طرف منسوب کرتے ہیں پس فرماتا ہے کہ اگر تمہیں اس میں شک ہو تو تم ایسی پاک تعلیم جیسی پاک اور بے عیب تعلیم لاؤ- وہ پاک نبی تو اس بات کا دعویٰ کرتے ہیں کہ یہ تعلیم اللہ تعالیٰ کی طرف سے مجھ پر الہام کی گئی ہے تو تم بھی کم ازکم اور کچھ نہیں تو اتنا ہی سہی یہ دکھلادو کہ یہ تعلیم ہمارے فلاں بت نے ہمیں بتلائی ہے یا فلاں دیوتا نے الہام کی ہے- وَادْعُوْا شُھَدَآءَ کُمْ- تم اپنے شرکاء سے کہلاؤ کہ ہم نے الہام کیا- یا یہ بتلاؤ کہ ہمیں فلاں بت نے الہام کیا- آج تک دنیا میں کبھی ایسا نہیں ہوا نہ ہی دنیا میں کبھی کوئی ایسی تعلیم آئی- وہ بت بھی ایک پتھر ہے جس میں نہ حس ہے نہ حرکت- اس میں اور دوسرے پتھروں میں کوئی مَابِہِ الْاِمْتِیَازْ نہیں ہے جیسے دوسرے پتھر ایسے ہی وہ پتھر- جیسے ان کو جو جی چاہے کرلیں ویسے ہی ان کو- تو فرمایا کہ اگر تم بھی سچے ہو تو ہماری پاک تعلیم کے مقابلہ پر یہ دعویٰ کرو کہ یہ ہماری تعلیم سچی ہے-اور اگر ایسا نہیں کرتے تو ڈر جاؤ تم آگ میں جاؤ گے اور ساتھ ہی پتھر بھی جائیں گے جن کو تم نے اپنا معبود بنایا ہوا ہے- کوئی کہے کہ ان پتھروں کا کیا قصور؟

یہ قاعدہ کی بات ہے کہ انسان اگر خود بھی دُکھ میں ہو اور پھر اس کو بھی دُکھ میں پائے جس کی وہ پیروی کرتا ہے تو اسے زیادہ دکھ ہوگا- اسی لئے فرمایا کہ تم بھی اور تمہارے یہ بت بھی آگ میں جائیں گے- کفار مکہ کو ایک تو اپنے مغلوب ہونے کی ندامت اور عذاب تھا- دوسرے جب ان کے سامنے ان کے بت جن کو وہ بڑا محترم سمجھتے تھے اور ان کی بڑی عزت کرتے تھے' اُن کے سامنے توڑے گئے تو اُن کو کیسی کچھ تکلیف ہوئی ہوگی- مَیں نے شرک کے مسئلہ پر بہت غور کیا ہے- ہر ایک چیز کو فرداً فرداً لو اور اس پر غور کرو کہ ان کی خدائی کا

کیا ثبوت ہے تو تمہیں معلوم ہوجائے گا کہ وہ چیزیں جو ہماری خادم ہیں وہ ہماری مخدوم اور ہماری خالق کیسے ہوسکتی ہیں۔ تو فرمایا تم اگر ایسا کروگے اور اس سے باز نہیں آؤگے تو یاد رکھو کہ تم کو ایک آگ میں ڈالا جاوے گا اور تمہارے یہ بت پتھر بھی اس آگ میں ڈالے جاویں گے۔ اس میں ایک پیشگوئی کی ہے کہ اس دنیا میں ہی ایک ایسی لڑائی ہوگی کہ اس میں تم بھی مارے جاؤ گے اور تمہارے بت بھی ساتھ ہی پیس ڈالے جائیں گے۔ یہ اس سوال کا جواب دیا ہے کہ خدا سے الہام کی ہمیں کیا ضرورت ہے۔ جو آقا کہ اپنے نوکر کی خبر گیری نہیں کرسکتا اور وقت پر اس کی مدد نہیں کرسکتا وہ آقا کس کام کا ہے اسی طرح جو خالق کہ اپنی مخلوق کو ان کی تباہی سے بچانے کیلئے کوئی راہ نہ بتلاوے اور الہام نہ کرے تو وہ خالق کس کام آسکتا ہے۔

اس کے بعد مَیں ایک اور ضروری امر کی طرف جماعت کو متوجہ کرنا چاہتا ہوں وہ یہ کہ اب طاعون کثرت سے پھیل رہا ہے قادیان کے اردگرد بھی طاعون آگیا ہے۔ قوم لوط پر جب عذاب آیا تو پہلے جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو یہ بات معلوم ہوئی تو انہوں نے خدا تعالیٰ سے دعا کی کہ الٰہی کیا بد لوگوں کی وجہ سے نیکوں کو بھی ہلاک کیا جائے گا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ نہیں بدوں کی وجہ سے نیکوں کو ہلاک نہیں کیا جاوے گا۔ تو انہوں نے عرض کیا کہ الٰہی! اگر اس بستی میں پچاس آدمی نیک ہوں اور باقی بد' تو کیا یہ بستی نہ بچ سکے گی۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ ہاں اگر پچاس آدمی ہوں تو اس بستی کو بچالیا جاوے گا۔ پھر ابراہیم نے عرض کیا کہ اگر پانچ آدمی کم ہوں اور پینتالیس آدمی ہی ہوں تو۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ۔ ہاں اگر پینتالیس ہی نیک آدمی ہوں تو ان کو بچالیا جاوے گا۔ تو پھر حضرت ابراہیمؑ نے عرض کیا کہ اگر پانچ آدمی اَور کم ہوں اور صرف چالیس آدمی ہی نیک ہوں تو کیا ہوگا۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ چالیس نیک آدمیوں کی خاطر بھی اس بستی کو بچالیا جاوے گا۔ پھر حضرت ابراہیم نے عرض کیا کہ مولیٰ! اگر پانچ آدمی اَور کم ہوں اور صرف پینتیس ہی نیک ہوں تو کیا پھر یہ بستی نہ بچائی جاوے گی۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ ہاں اگر پینتیس آدمی بھی ہوں تو یہ لوگ بچ جائیں گے۔ تو پھر حضرت ابراہیمؑ نے عرض کیا کہ مولیٰ! اگر پانچ اور کم ہوں اور صرف تیس نیک آدمی ہی ہوں تو کیا اس کو تباہ کردیا جاوے گا۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا نہیں۔ اگر تیس آدمی ہی ہوں گے تو یہ ہلاک نہ ہوں گے۔ تو پھر حضرت ابراہیم نے عرض کیا کہ اگر دس آدمی اَور نہ ہوں اور صرف بیس آدمی

ہوں تو کیا ان کو ہلاک کیا جاوے گا- تواللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ نہیں- بیس آدمی بھی اگر ہوں گے تو ان کو ہلاک نہ کیاجاوے گا- حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عرض کیا کہ اگر دس آدمی ہی مل سکیں اور زیادہ نہ مل سکیں توکیا یہ ہلاک کردیئے جائیں گے- تواللہ تعالیٰ نے فرمایا نہیں- اگر دس آدمی مومن بھی اس بستی میں ہوں گے تو یہ بستی ہلاک نہ ہوگی ؎۲- حضرت ابراہیم نے توسمجھا ہوگا کہ دس آدمی توضرور ہی اس میں ہوں گے لیکن اللہ تعالیٰ فرماتاہے فَمَا وَجَدْنَا فِيْهَا غَيْرَ بَيْتٍ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ ؎۳ - ضرور ایک گھر مسلمانوں مومنوں کا اس بستی میں ملا- دوتین آدمی تھے اس لئے وہ بستی ہلاک کردی گئی- تومعلوم ہوا کہ اگر ایک بڑی بستی میں دس مؤمن بھی رہتے ہوں تو وہ بستی عذاب سے محفوظ رہے گی-

حضرت لُوطؑ توصرف ایک بستی کی طرف بھیجے گئے تھے لیکن ہمارے سردار اور آقا نبی کریم ﷺ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام توساری دنیا کی طرف مبعوث ہوئے تھے- مَیں چاہتاہوں کہ یہاں پچاس آدمی ہی کم از کم ایسے ہوں جو راتوں کو اُٹھ کر دعائیں کریں- خداتعالیٰ کے قانون میں تبدیلی نہیں ہوتی- یہاں اگر پچاس آدمی ہی ایسے ہوں جو دعاکریں توامید ہے کہ اللہ تعالیٰ ہماری جماعت کو اس عذاب سے بچالے گا-

(الفضل یکم اپریل ۱۹۱۴ء)

؎۱ البقرۃ: ۲۲تا۲۵

؎۲ پیدائش باب ۱۸ آیت ۲۳ تا ۳۲ (مفہوماً)

؎۳ الذّٰریٰت: ۳۷